QUARTERLY, PEER REVIEWED
al-amir
ISSN(P): 2790-931X ISSN(E): 2790-9328
E-Mail: editor.alamir@gmail.com

بین المذاہب مکالمہ اور عالمی امن میں اسلامی کردار

The Role of Interfaith Dialogue and the Islamic Contribution to Global Peace

Farman Ali Saeedi Shigri

Assistant Professor, Graduate of the Higher Education Complex for Islamic History, Sirah, and Civilization, Al-Mustafa International University, Shigar, Pakistan. Email Farman.shigari@gmail.com

In today's world, nations face numerous ideological, political, social, economic, religious, and legal challenges. The solution to these challenges lies in interfaith dialogue, which can engage various parties and encourage them to reflect more deeply on mutual issues. Such dialogue can occur between individuals, civilizations, and different religions. Islam, being a universal religion, conveys a message that transcends borders and is inherently associated with peace and security. The Prophet Muhammad employed all available means of communication to spread his message to humanity, using wisdom, insight, good counsel, and constructive debate. Throughout his life, whether during the Treaty of Hudaybiyyah, the Constitution of Medina, or in his letters to the kings of the world, the Prophet's message was one of peace. At present, the world is engulfed in wars, violence, and conflicts, with religions often clashing and even accusations of disbelief being thrown between opposing factions. To ensure lasting peace, prevent further destruction, and resolve inter-religious conflicts, interfaith dialogue becomes imperative. This paper explores the foundational principles of interfaith dialogue, its significance, the key participants, and the strategies necessary for peace-building, drawing upon Quranic verses and the teachings of the Prophet Muhammad. Ultimately, dialogue and reconciliation lead to the establishment of peace in society.

Keywords: Dialogue, Religions, Islam, Peace-building, Propheticﷺ Biography

مقدمہ:

اسلام نا صرف اپنے پیروکاروں کو ایک دوسرے کے ساتھ امن و آشتی، پیار و محبّت اور بھائی چارے کا درس دیتا ہے بلکہ انہیں دوسروں انسانوں کے ساتھ بھی صلح آمیز تعلقات کی تاکید کرتا ہے۔دنیا میں قیام امن کے لیے مذاہب اور تہذیبوں کے درمیان مکالمہ انتہائی ضروری ہے۔

جس نبی ﷺ کے ہم کے اُمّتی ہیں، ان کی زندگی اور سیرت میں صبر ،برداشت اور دوسروں کے ساتھ رواداری کی بہت سی مثالیں موجود ہیں۔ آنحضرت ﷺ کی سیرت طیبہ ہمارے لیے مشعل راہ اور اسوہ ہے۔ اسلام نے ہمیں بحیثیت انسان اور مسلمان دوسروں کی حق تلفی،ناانصافی اور زیادتی سے منع کرتا ہے۔

ایک دوسرے کے نظریات، عقائد اور رسم و رواج کا احترام اور برداشت کا رویہ، اسلام کی تعلیمات کا لازمی جزو ہے۔ اسلام بین المذاہب مکالمہ کا درس دیتا ہے۔مختلف ادیان اور مذاہب میں ڈائیلاگ کا دروازہ کھولنے کے لئے اسلام کا فلسفہ نہایت حقیقت پسندانہ، واضح اور روشن ہے، جبکہ ایک پر امن معاشرے کی تشکیل اور قیام کے لیے تضادات کے بنیادوں کو سمجھنا بھی ضروری ہے۔

- **بین المذاہب مکالمے کی اہمیت اور ضرورت**

ہر دور میں دنیا میں قیام امن کے لیے بین المذاہب مکالمہ نہایت اہم کا حامل موضوع رہا ہے لیکن اس وقت عالمی حالات کے پیش نظر اس کی اہمیت وضرورت دوبالا ہوگئی ہے۔

> "عالمی سطح پر مذہبی رواداری اور قیام امن کے لیے بین المذاہب مکالمہ ضروری ہے تاکہ گلوبلائزیشن کے دور میں مذہبی پلورزم کو مد نظر رکھتے ہوئے انسانی مواخات کو فروغ دیا جاسکے "۔[1]

دین اسلام ایک آفاقی اور جاویدانی دین ہونے کے ناطے، بشریت کے لیے جامع اور کامل پروگرام رکھتاہے۔عالمگیرت کے دور کے لیے بھی اسلام کے پاس کامل پروگرام ہے جس کو ہم قرآنی آیات اور سیرہ نبوی سے حاصل کیا جاسکتاہے۔

> " دنیامیں مسلمانوں پر مخصوصا فلسطین میں جو مظالم ڈھائے جارہے، انکی نسل کشی کی جارہی ہے۔اس کو روکنے کیلئے اور پائیدار قیام امن کے لیے، تمام مذاہب کے پیروکاروں کو مل کر کوششیں کرنی چاہئیں۔ قرآن کے حکم کے مطابق ہمیں اپنے مذاہب پر رہتے ہوئے مکالمہ اور مفاہمت کی راہ ہموار کرنی چاہئے "۔[2]

اسلام کبھی دوسروں پر ظلم کرنے کی اجازت نہیں دیتاہے جب کس مسلمان پر ظلم ہوجائے تو دوسروں مسلمانوں پر واجب ہے کہ ایسے مظلوم مسلمان کا دفاع کریں۔ اگر فسلطین میں موجود مسلمانوں پر اسرائیل اور اسے اتحادیوں طرف سے مظالم ڈھائے جارہے ہیں اس کی بنیادی وجہ سے مسلمانوں کا آپس میں متحد نہ ہوناہے۔

---

[1] -Hamid Montazeri Moqaddam, A Historical Review of the Peaces of the Prophet (PBUH) (Qom: Publication Center of Imam Khomeini Educational and Research Institute, 2004), 8.

[2] -Zafar Bangash, The Diplomacy of Just Peace in the Seerah of the Noble Prophet (PBUH), trans. Foad Izadi (Tehran: World Assembly for Islamic Peace, 2013), 14.

"اللہ تعالی نے ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء کو مبعوث بہ رسالت کیا تو ان کے بعثت اور انقلابات کا ہدف، انسان کو فلاح و بہبود کی راہ پر گامزن کرنا، ہمہ گیر انقلاب اور ہمہ جہت تبدیلی تھا"۔[3]

انبیاء کرام جہاں پر مبعوث بہ رسالت ہوئے تھے وہاں پر موجود فکری اور عملی خرابیوں کی اصلاح کر کے اپنی امت کے دنیاوی اور آخری کاموں کی اصلاح کرنے کی بھرپور کوشش کی اور کبھی بھی اپنے ہدف اور مقصد دستبردار نہیں ہوئے۔

"قرآنی آیات اور تاریخ انبیاء کرام کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ انبیاء الہی نے اپنی دعوت اور مشن کا آغاز مکالمے سے کیا اور حق و ہدایت پر مبنی مکالمے سے اپنے آسمانی پیغامات اور مقاصد لوگوں تک پہنچایا"۔[4]

گرچہ بعض امتوں نے انبیاء الہی کے پیغام اور ہدایت کو جان و دل سے قبول کیا اور بعض نے الہی پیغام کو قبول کرنے سے گریز کیا اور لیکن انبیاء اپنے مشن میں کامیاب و کامران ہوئے۔ "اس حوال سے دیکھا جائے تو مکالمہ کا آغاز کرنے والا خداوند متعال ہے۔ آج ادیان اور مذاہب کا ایک دوسرے کے ساتھ تعامل اور گفتگو، دنیا میں امن قائم کرنے کے لیے ناگریز ہو چکا ہے "۔[5]

کیونکہ دنیا موجود اکثر انسان کسی نا کسی دین کا پیرو اور مطیع ہے اور خود کو آسمانی کتب اور انبیاء کا پیروکار قرار دیتے ہیں اور تمام ادیان آسمانی گفتگو اور مکالمہ کا قائل ہیں۔ جنگ اور جدال کسی بھی مسئلہ اور مشکل راہ حل نہیں۔

- **اسلام میں مکالمے کی حدود**

دین مبین اسلام نے مکالمہ اور ڈائیلاک کی حدود بھی مقرر اور معین کی ہیں۔ اسلام نے سب سے پہلے اپنے ماننے والوں کو حکم دیا کہ دوسروں کے جھوٹے اور باطل خداؤں کو برا بھلا نہ کہیں وگرنہ وہ تمہارے سچے خدا کو برا بھلا کہیں گے۔

"وَلَا تَسُبُّوا الَّذِينَ يَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ فَيَسُبُّوا اللَّهَ عَدْوًا بِغَيْرِ عِلْمٍ"[6]

اور خبر دار تم لوگ انہیں برا بھلا نہ کہو جن کو یہ لوگ خدا کو چھوڑ کر پکارتے ہیں کہ اس طرح یہ دشمنی میں بغیر سمجھے بوجھے خدا کو برا بھلا کہیں گے۔

اگر کوئی مسلمانوں کے اندر فتنہ انگیزی اور فساد کی کوشش کرے، تو ایسے شخص سے مکالمہ ممکن نہیں۔ ایسے افراد کو آہنی ہاتھوں سے نمٹنے کا حکم ہے۔ جب منافقین نے مدینہ میں مسجد ضرار بنائی جس کا مقصد مسلمانوں میں تفرقہ اور فساد پھیلانا تھا تو ان سے مکالمہ نہیں کیا گیا۔ بلکہ مسجد ضرار کو گرانے اور فتنہ کے مرکز کو ڈھانے کا حکم دیا۔

" مکالمے کے اصول و ضوابط کی رعایت معاہدے کی وفاداری تک ہے، جب دوسرا فریق معاہدے کی خلاف ورزی کرے تو اس کا مناسب جواب دینا کا حق دیا گیا ہے۔ جب بنی قریظہ نے معاہدے کی خلاف ورزی کی تو انہیں انکی خیانت کا عبرت آموز جواب دیا گیا، اسی طرح جب قریش مکہ نے معاہدہ حدیبیہ کی خلاف ورزی کی تو ابوسفیان کی معاہدہ کو برقرار رکھنے کی درخواست قبول نہیں کی گئی۔ اور مسلمانوں

---

[3] -Abbas Ali Amid Zanjani, Political Jurisprudence: International Treaties and Diplomacy in Islam (Tehran: SAMT, 2014), 45.

[4] -Mahmoud Abadian, “Dialogue,” Nameh Mofid 24, no. 6 (2000): 15.

[5] -Muhammad ibn Ali ibn al-Husayn al-Saduq, ʿUyūn Akhbār al-Riḍā, ed. Sayyid Mahdi al-Husayni (Tehran: Manshurat-e Jahan), 320.

[6] -Al-Nisāʾ 4:108.

نے پوری قوت اور طاقت سے مکہ پر حملہ کرکے اس فتنہ کو ہمیشہ کیلئے دفن کر دیا اور مکہ دوبارہ اپنے اصلی وارثین کے اختیار میں آگیا"۔[7]

بنابراین اسلام انسان کو یہ حق دیتا ہے کہ جب اس پر ظلم ہو جائے یا معاشرے میں کوئی فتنہ و فساد پھیلانے کی کوشش کرے اور کسی قسم کی معاہدہ کا پابند نہ رہے اور عہد شکنی کرے تو ایسے موقعوں پر انسان اپنا دفاع کر سکتا ہے اور انسان کو معاشرے سے فتنہ و فساد اور ظلم کے خاتمے کے لیے کوشش کرنی چاہیے۔

- **عالمی قیام امن اور اس کی راہ میں موجود چیلنجز**

دنیا اس وقت بہت سے فکری، سیاسی، اقتصادی، سماجی، قانونی، مذہبی اور اخلاقی چیلنجز کا سامنا کر رہی ہے۔ دنیا میں سرمایہ دار گروہوں، حکومتوں، علاقائی و بین الاقوامی اقتصادی و سیاسی اتحاد کے انفرادی، گروہی اور ریاستی مفادات نے مختلف اقوام کے درمیان ایک تناؤ کی کیفیت پیدا کر رکھی ہے۔ ایران کے سپریم سید علی خامنہ ای اس حوالہ سے کہتا ہے:

"اس وقت مسلم امہ کو عالمی سامراج کی طرف سے بھی فکری اور ثقافتی یلغار کا سامنا ہیں، جو ایک سوچی سمجھی سازش ہے جس کا مقصد اور ہدف دوسری اقوام کی ثقافت کو تباہ کرنا، ان سے انکی شناخت چھینا اور ان کے مادی وسائل پر تسلط جمانا ہے"۔[8]

لہٰذا عالمی سامراج مختلف ذرائع اور وسائل سے اپنے اقتصادی، سیاسی اور ثقافتی اہداف کے حصول کے لیے کمزور اقوام کے درمیان تناؤ اور جنگ و جدال پیدا کرنے کی کوشش کر رہا ہے۔ ان میں مسلمانوں کے لیے سب سے خطرناک ثقافتی یلغار ہے کہ اس کے ذریعہ عالمی سامراج مسلمانوں کی ثقافت کو ختم کرکے ان کی دینی شناخت کو تباہ و برباد کرنا چاہتا ہے۔

- **مکالمہ کا اصل فریق**

اب یہ سوال پیدا ہوتا ہے کس سے گفتگو اور مکالمہ کرنا ہے؟ تاکہ اس سے مکالمہ کرکے قیام امن کا راہ حل نکالا جاسکے کیونکہ "دنیا میں لسانی، قومی، مذہبی تعصبات اور سیاسی، اقتصادی اور سماجی مفادات کی چپقلش اور تنازعات نے مختلف اقوام اور رنگ و نسل کے کروڑوں انسانوں کو لقمہ اجل بنا ڈالا ہے۔ اب بھی انہیں تعصبات اور مفادات کی وجہ سے لاکھوں انسانوں کی جانوں کو خطرات لاحق ہیں اور دنیا کو درپیش مشکلات کا حل، اور اس میں رہنے والوں کی زندگی میں امن، خوشحالی، توازن اور ترقی کیلئے جس چیز کی زیادہ ضرورت کا احساس کیا جارہا ہے، وہ دنیا کے مختلف مذاہب کے درمیان مکالمے کی ثقافت کو زندہ رکھنا ہے"۔[9]

دین اسلام ایک مکمل ضابطۂ حیات کا نام ہے۔ اسلام کے پاس تمام مسائل کا حل موجود ہے۔ ان میں سے ایک دنیا موجود قومی، مذہبی تعصبات اور مفادات کی جنگ کی ہے۔ اس جنگ و جدال سے نجات حاصل کرنے کا واحد راستہ ہے تمام انسانوں کو مکالمہ کی دعوت دینا ہے۔

---

7 -ʿAbd al-Rahmān ibn ʿAli Ibn al-Jawzī, Al-Muntaẓam fī Tārīkh al-Umam wa al-Mulūk (Beirut: Dār al-Kutub al-ʿIlmiyyah, 1991), 89.

8 -Sayyid Ali Khamenei, Cultural Concerns (Qom: Markaz-e Sahba, 2011), 114.

9 -Mostafa Sadeqi, The Prophet and the Jews of Hijaz, Research by the Islamic Studies Center, Institute of History and Seerah (Qom: Bustan-e-Ketab, 2003), 90.

اس وقت تمام انسانوں کو بالعموم اور اہل کتاب کو بالخصوص اسلام کی دعوت، صحیح مفہوم، عقائد، تصورات، آداب کے ساتھ اللہ کی طرف بلانا، حق پر لوگوں کو اطمینان دلانا، اللہ کے حکم کے ساتھ شریعت کے فرائض میں سے اہم فریضہ ہے جیسا کہ قرآن حکیم میں ارشاد ربانی ہے:

"كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَلَوْ آمَنَ أَهْلُ الْكِتَابِ لَكَانَ خَيْرًا لَهُمْ مِنْهُمُ الْمُؤْمِنُونَ وَأَكْثَرُهُمُ الْفَاسِقُونَ"[10]

تم بہترین امت ہو جسے لوگوں کے لئے منظر عام پر لایا گیا ہے تم لوگوں کو نیکیوں کا حکم دیتے ہو اور برائیوں سے روکتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو اور اگر اہل کتاب بھی ایمان لے آتے تو ان کے حق میں بہتر ہوتا لیکن ان میں صرف چند مومنین ہیں اور اکثریت فاسق ہے۔

اس آیۂ کریمہ میں اللہ تعالی تمام مسلمانوں سے مخاطب ہو کر فرما رہا ہے کہ تم سب پر واجب ہے کہ اچھے کاموں کا حکم دیں اور برے کاموں سے دوسروں کو روکے۔ اگر ہر مسلمان اس فریضۂ الہی پر حکم عمل کرے کہ معاشرے میں تبدیلی آسکتی ہے۔

5۔ قرآن کریم میں مکالمے کے اسلوب

قرآن کریم نے مسلمانوں کو بین المذاہب مکالمہ کا طریقہ بتایا ہے جیسا کہ ارشاد پرودگار ہے:

"ادْعُ إِلَىٰ سَبِيلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ"[11]

آپ اپنے رب کے راستے کی طرف حکمت اور اچھی نصیحت کے ذریعہ دعوت دیں اور ان سے اس طریقہ سے بحث کریں جو بہترین طریقہ ہے۔

"اس آیۂ کریمہ میں پروردگار عالم ہمیں مکالمہ کے اسلوب اور طریقہ بتا دیا ہے کہ کس طرح دوسروں کے ساتھ گفتگو کرنی ہے تاکہ تمہارا فریق جنگ و جدال چھوڑ کر مکالمہ کا راستہ اختیار کرے۔ ہماری ذمہ داری بنتی ہے کہ ہم اپنے رسول اکرم ﷺ کی سیرت طیبہ اور اسوہ حسنہ پر عمل کریں۔ اور آپ ﷺ کے سیرت طیبہ، طرز زندگی اور اخلاق حسنہ کی دوسروں کو بھی تعلیم دیں"۔[12]

حضرت محمد مصطفی ﷺ کا مسلمانوں کی حبشہ کی طرف ہجرت کے موقع پر مکالمہ کی روش سے استفادہ کیا ہے۔ قرآنی آیات اور آنحضرت ﷺ کی سیرت طیبہ سے ہمیں یہ درس ملتا ہے کہ دوسروں سے مکالمہ کرتے وقت حکمت اور موعظہ حسنہ سے کام لینا چاہیے اور مکالمہ کے لیے ایسے افراد کا انتخاب کیا جائے حکمت اور موعظہ حسنہ سے آگاہی رکھتا ہو۔

6۔ مسلمانوں کی حبشہ ہجرت:

رسول اکرم ﷺ کو حکم الہی کے مطابق آپ نے مسلمانوں کو نجاشی بادشاہ کے پاس سیاسی پناہ لینے کا حکم دیا۔ چنانچہ آپ ﷺ نے تمام مسلمانوں کو جمع کر کے ان الفاظ میں خطاب فرمایا:

"لَوْ خَرَجْتُمْ اِلٰى اَرْضِ الْحَبَشَةِ فَاِنَّ بِهَا مَلِكًا لَا يُظْلَمُ عِنْدَهُ اَحَدٌ وَهِيَ اَرْضُ صِدْقٍ حَتّٰى يَجْعَلَ اللّٰهُ لَكُمْ فَرَجًا مِمَّا اَنْتُمْ فِيهِ" ۔

---

[10] -Āl ʿImrān 3:110.
[11] -Al-Naḥl 16:125.
[12] -Hossein Abd al-Mohammadi and Asadullah Rahimi, History in the Qur’an and Analysis of the Events of the Prophetic Era (Qom: Seminary Publishing Institute, 1983), 177.

"تم ملک حبشہ کی طرف چلے جاؤ(تمہارے لیے بہتر ہے) کیونکہ وہاں کا بادشاہ رحم دل اور انصاف پسند ہے اور اس کی حکومت میں ایک کو دوسرے پر ظلم کرنے کی مطلق مجال نہیں ہے اس کے لوگ سچے اور متدین ہیں"۔[13]

مہاجرین کا قافلہ مکہ سے حبشہ کی طرف روانہ ہوا جس کی سرابرہی جعفر طیار ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ کر رہے تھے اور ساتھ ہی آنحضرت ﷺ نے حضرت امیہ ضمری کے ہاتھ ایک خط بھیجا جس میں آپ نے لکھا:

"فإني رسول لله، وقد بعثت إليكم ابن عمي جعفرا ومعه نفر من المسلمين، فإذا جاءوك فأقرهم ودع التجبر"۔[14]

کیونکہ میں خدا کا رسول ہوں اور میں نے اپنے چچا زاد بھائی جعفر اور مسلمانوں کی ایک جماعت کو آپ کے پاس بھیجا ہے اگر وہ آپ کے پاس آئیں تو ان کو تسلیم کرو اور تکبر سے کام مت لو۔

یہاں پر آنحضرت ﷺ نے مکالمہ کا بہترین طریقہ اپنایا اور ملک حبشہ کے بادشاہ کو گفتگو اور مکالمہ کی دعوت دی جس کو ہم ذیل میں بیان کریں گے:

الف۔ حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی سفارت کاری:

جب مسلمانوں کا گروہ جعفر طیار کی سربراہی میں نجاشی کے دربار میں پہنچا تو نجاشی نے جعفر طیار سے ان کے نئے دین کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے جواب دیا:

"جب ہم جہالت کی زندگی گزرار رہے تھے تو ایسے میں اس نئے دین نے ہمیں سچ بولنے، اپنے وعدوں کو پورا کرنے اور قرابتداروں سے اچھا سلوک کرنے کا حکم دیا، اسلام ہم سے چاہتا ہے کہ تمام (برے) کام ترک کر دیں، قتل وغارت سے اجتناب کریں، سرکشی چھوڑ دیں، جھوٹی گواہی نہ دیں، یتیموں کا حق غصب نہ کریں اور پاکدامن عورتوں پر تہمت نہ لگائیں۔ محمد ﷺ نے ہمیں حکم دیا کہ صرف اللہ کی عبادت کریں اور اس کے ساتھ کسی کہ شریک نہ کریں۔"[15]

ملک حبشہ کے بادشاہ نے پوچھا کہ وہ کون سا دین ہے جس کو تم لوگوں نے اختیار کیا ہے جس کے سبب سے تمہاری قوم نے تم کو چھوڑ دیا ہے اور جس کی وجہ سے نہ تم میرے عیسائیت میں اور نہ کسی دوسرے مذہب اور ملت میں داخل ہو تو بادشاہ کا یہ کلام سن کر حضرت جعفر ابن ابی طالب علیہ السلام نے یہ تقریر کی۔

ب۔ دربار نجاشی میں حضرت جعفر طیار کی تقریر:

جعفر طیار نے نجاشی کے دربار میں تقریر کرتے ہوئے کہا:"ہم لوگ ایک جاہل اور گمراہ قوم تھے۔بتوں کو پوجتے تھے اور مردار گوشت کھاتے تھے، بدکاریاں کرتے تھے، رشتہ داروں سے قطع تعلق کرتے تھے، ہمسایوں کے ساتھ برائی سے پیش آتے تھے طاقتور کمزور کا مال

---

13 - Ibn Hishām, Sīrat Ibn Hishām, 6th ed. (Beirut: Dār al-Kitāb al-ʿArabī, 1998), vol. 1: 349.

14 -Shaykh Abū ʿAlī al-Faḍl ibn al-Ḥasan al-Ṭabarsī, Iʿlām al-Warā bi Aʿlām al-Hudā (Qom: Āl al-Bayt Foundation for Reviving the Heritage), vol. 1: 118.

15 -Sayyid Awlād Haidar Fawq Bilgrami, Dhikr al-Ṭayyār (Lucknow: Nizami Press Victoria, 1948), 90.

کھاتا تھا اور ایک مدت سے ہماری یہ حالت چلی آتی تھی۔ یہاں تک کہ خدا نے ہم ہی میں سے ہمارے پاس ایک نبی بھیجا جس کی شرافت، نسب، سچائی، امانت اور نیکوکاری سے ہم خوب واقف ہیں۔ پس اس نے ہمیں ایک خدا کی طرف بلایا تا کہ ہم صرف اسی کی بندگی اور عبادت کریں۔ اور ان بتوں اور پتھروں کی پرستش چھوڑ دیں جن کو ہم اور ہمارے باپ دادا پوجا کرتے تھے "۔[16]

مسلمانوں کی ہجرت کے بعد کفار قریش کو یقین ہو گیا کہ محمد کا مشن ایک عالمی مشن ہے اور ان کا یہ مشن مکہ و حجاز کے عربوں کے ساتھ مخصوص نہیں ہے۔ اس کے علاوہ مسلمانوں کی ہجرت صرف قریش سے خوف کی وجہ نہیں تھی کیونکہ مہاجرین میں ایسے افراد بھی شامل تھے جو معذبین میں شامل نہیں تھے۔

7-میثاق مدینہ

رسول ختم مرتبت حضرت محمد المصطفی ﷺ کے بین المذاہب ڈائیلاگ کا نمونموں میں سے ایک میثاق مدینہ ہے جس میں آپ ﷺ نے مدینہ موجود تمام مذاہب سے امن وامان کا عہد نامہ لکھا تا کہ ریاست مدینہ میں امن وامان قائم رہے ذیل میں ہم اس عہد نامہ کا مختصر خاکہ پیش کرتے ہیں۔ حضرت محمد ﷺ کی سیرت میں مکالمہ کی سیاست کی ایک اور اہم مثال میثاق مدینہ ہے۔

اس عہد نامہ میں 53 دفعات شامل ہیں۔

معاہدے کی وجوہات

اس معاہدے کی تین وجوہات بیان کئے گئے ہیں "1۔ مدینہ میں موجود یہودیوں کی طرف سے لاحق خطرات کو کم کرنا۔

2۔ مسلمانوں کی حفاظت اور اسلامی ریاست کو بیرونی خطرات سے بچانا۔

3۔ دین اسلام کی تبلیغ کی راہ رکاوٹوں کو ختم کر دینا"۔[17]

ایک ہجری میں میثاق مدینہ طے ہوا اور حضرت محمد ﷺ کچھ عرصے تک ان کی مخالفت کے خطرے سے نجات حاصل کر کے اسلام کی ترقی و اشاعت میں مصروف ہوئے۔ دوسری طرف اندرونی معاملات اور مذہبی آزادی برقرار رہنے سے یہودی متاثر ہوئے اور ان کی ساری غلط فہمیاں اور خدشات دور ہو گئے اور ایک مرکزی نظام قائم ہو گیا۔

"میثاق مدینہ کے نتیجے میں مدینہ کی سیاست اور اقتدار سے یہودیوں کا اثر اور رسوخ ختم ہوا اور اسلام کو غلبہ حاصل ہوا۔ یہودیوں کے آنحضرت ﷺ کی قیادت کو تسلیم کرنے سے مسلمانوں کی سیاست پر بڑا اثر پڑا"۔[18]

یہودیوں نے رسول اکرم ﷺ کو حکمران تسلیم کر لیا۔ یہ اس معاہدے کی سب سے اہم دفعہ اور آنحضرت ﷺ کی عظیم فتح تھی۔

" میثاق مدینہ نے جہاں ایک طرف آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعوت و تبلیغ کی کوششوں کو ایک نئے مرحلے میں داخل کر دیا وہاں رہتی دنیا تک عالمی منظر نامے میں بھی اسلام کو ایک نمایاں اور بے مثال مقام دیا"۔[19]

---

[16] -Sayyid Jaʿfar Murtadā al-ʿĀmilī, Al-Ṣaḥīḥ min Sīrat al-Nabī al-Aʿẓam (PBUH) (Beirut: Dār al-Taʿābih, 2005), vol. 3: 256.

[17] -Jaʿfar Murtazā ʿĀmilī, The Eternal Seerah, trans. from Al-Ṣaḥīḥ min Sīrat al-Nabī al-Aʿẓam, trans. Mohammad Sepehri (Qom: Institute for Culture and Islamic Thought, 2005), 337.

[18] -Zafar Bangash, Ibid. (Tehran: World Assembly for Islamic Peace, 2013), 144. -

[19] -Prof. Dr. Muhammad Tahir-ul-Qadri, A Constitutional Analysis of the Medina Charter, comp. and ed. Tahir Hameed Tanoli (Lahore: Minhaj-ul-Quran Printers, 3rd ed., 2001), 13–14.

یہ عہد نامہ پہلا عہد نامہ ہے جس نے آج سے چودہ سو سال قبل انسانی معاشرے میں ایک ایسا ضابطہ قائم کیا جس سے شرکائے معاہدہ میں سے ہر گروہ اور ہر فرد کو اپنے اپنے عقیدے پر کاربند رہتے ہوئے آزادی کا حق حاصل ہوا۔

8۔انبیاء علیہم السلام بین المذاہب مکالمہ کے بانی

"عام طور پر معاشرے میں اٹھنے والی اصلاحی تحریکیں اور انقلاب، انسان کی فلاح و بہبود کے لیے کیے جاتے ہیں، لیکن انبیاء الہی کی جدوجہد ایک ہمہ گیر انقلاب تھا اور تمام انبیاء نے اپنے مخالف آئیڈیالوجی، سماجی اور سیاسی نظاموں اور انکے مقاصد کو چیلنجز کیا"۔[20]

گمراہ اور بگڑے ہوئے معاشرے کے لوگوں کی ہدایت کے لیے، خداوند متعال کی طرف سے، انبیاء کرام بھیجے گئے تاکہ گمراہ لوگوں کی ہدایت کریں اور انہیں صراط مستقیم پر گامزن کریں۔

تمام توحیدی ادیان کا مقصد خدائے واحد کی طرف دعوت دینا اور اپنے پیروکاروں کو موحد بنا کر کامیابی سے ہمکنار کرنا تھا، لہذا اگر تمام انبیاء ایک ہی وقت اور ایک ساتھ مبعوث برسالت ہوتے، تب بھی ان کے آپس میں اختلافات پیدا نہیں ہوتا۔ کیونکہ سب ایک ہی راستے پر چل رہے تھے اور وہ راستہ رضاء الہی کے لیے مخلوق کو خالق کی طرف بلانا تھا اور اپنے فرض کی ادائیگی میں خود غرضی اور اپنے آپ کی دعوت دینے کا کوئی مسئلہ نہیں تھا کہ جس کی وجہ سے آپس میں کوئی کشمکش ہو جائے۔[21]

انبیاء کا قیام اور جدوجہد تہذیب اور اخلاقی ثقافت کو قائم کرنا ، انسانی اخلاق اور اقدار کے ارتقاء کے لیے تھا۔ انبیاء الہی نے انسان کو ہوس اور خواہش سے نکال کر ترقی اور ارتقا کی راہ پر ڈالنے کی کوشش کی۔

9۔اہل کتاب کے ساتھ پیغمبر کا سلوک اور رویہ

مذہبی اقلیتوں کے ساتھ پیغمبر کا برتاؤ: اس زمانے کے مسائل میں سے ایک، سیاسی نظام کا مختلف مذہبی، قومی اور نسلی اقلیتوں کے ساتھ بات چیت کا طریقہ ہے۔ اس لیے عالمی سطح پر اقلیتوں کے حقوق کے تحفظ کی تاریخ خاص طور پر 20ویں صدی میں زیادہ نمایاں ہے۔[22]

اللہ تعالی قرآن مجید میں فرماتا ہے:

"وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِلْعَالَمِينَ۔"[23]

اے رسول ہم نے آپ کو دنیا والوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔

" قرآن کا مخاطب ابتداء سے ہی تمام بنی نوع انسان ہے اور وحی الہی بھی تمام انسانوں کے لیے ہے اور مکتب اسلام ایک عالمی مکتب اور دعوت بھی عالمی تھی"۔[24]

---

20 -Mostafa Zamani, Islam and Modern Civilization (Tehran: Nasr-e-Khosrow Publishing, 1969), 21.

21 -Dr. Mohammad Mansour Nejad, A Religious Approach to the Issue of Unity and Convergence (Tehran: World Forum for Proximity of Islamic Schools of Thought - Cultural Department, 2008), 9.

22 -Mansour Nejad, A Religious Approach to the Issue of Unity and Convergence, 18.

23 - Al-Anbiyāʾ 21:107.

24 -Abbas Ali Amid Zanjani, Political Jurisprudence: The Rights of International Treaties and Diplomacy in Islam (Tehran: Sazman-e-Pur Roshan, 2014), 280.

اہل کتاب کے ساتھ پیغمبر اکرم ﷺ کے تعامل پر تحقیق کرنا، جو عہد نبوی کی اقلیتیں تھیں، ایک موضوع بحث بن گیا ہے اور رسول خدا ﷺ نے ان سے کس طرح ان سے برتاؤ کیا، اس کا بھی مطالعہ کیا جاسکتا ہے۔اس کے علاوہ عیسائیوں اور یہودیوں کے ساتھ پیغمبر کے رویے کا بھی مطالعہ کیا جا سکتا ہے۔کیونکہ قرآن کے مطابق نبی صلی اللہ علیہ وسلم خدا رحمت الٰہی کا مظہر تھا اور اس رحمت کی بھی ایک اصل آسمانی ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اپنے مشن میں کامیابی کا راز بھی آپ کی شفقت اور مہربانی ہے۔

10۔ نقصان دہ مکالمہ

امیر المومنین علی علیہ السلام خود بین اور دوسروں کی رائے سننے سے انکار کرنے والے انسان کو مکالمہ کا اہل نہیں سمجھتے اور فرماتے ہیں:

اپنی رائے کو مسلط کرنا اور دوسروں کی بات اور رائے نہ سننا، درحقیقت ایسے انسان کی کوئی رائے نہیں ہے یعنی وہ صاحب رائے نہیں ہے اور اسے فکری بیماری قرار دیتے ہیں:

> **مَنِ اسْتَبَدَّ بِرَأْيِهِ هَلَكَ، وَمَنْ شَاوَرَ الرِّجَالَ شَارَكَهَا فِي عُقُولِهَا۔ من استبدّ برأيه فقد خاطر وغرّر۔**[25]
>
> جو خود بینی سے کام لے گا وہ تباہ وبرباد ہوگا، اور جو دوسروں سے مشورہ لے گا وہ ان کی عقلوں میں شریک ہو جائے گا۔

اپنی رائے پر قائم رہنے اور دوسروں کی بات اور رائے نہ سننے والا، درحقیقت ایسے انسان کی کوئی رائے نہیں ہے یعنی وہ صاحب رائے نہیں ہے۔

11۔ بین المذاہب کے درمیان مکالمے اور ثقافتی تعامل کے راہنما اصول

تہذیبوں اور مذاہب کے درمیان مکالمے کے کچھ اصول و ضوابط ہیں، ان پر عمل درآمد کرکے ہی کسی نتیجے پر پہنچا جا سکتا ہے۔ان میں سے بعض یہ ہیں:

1۔ مکالمے کے فن میں مہارت رکھنا

جو شخص دوسرے فریق کے ساتھ بات چیت کرنے جا رہا ہے اسے گفتگو کے طریقہ کار اور تکنیک کا علم ہونا چاہیے، ورنہ بات چیت مطلوبہ نتیجے پر نہیں پہنچے گی۔

ابو خالد کابلی کہتے ہیں: "میں نے مؤمن الطاق کو مسجد نبوی کے ایک کونے میں بیٹھے ہوئے دیکھا، اور مدینہ والوں نے انہیں گھیر لیا، اور وہ جواب دے رہے تھے۔میں نے قریب جا کر کہا: امام صادق علیہ السلام نے ہمیں بولنے سے منع فرمایا ہے۔اس نے کہا: کیا امام نے تمہیں مجھے بتانے کا حکم دیا ہے؟ میں نے کہا: نہیں، لیکن انھوں نے مجھے حکم دیا کہ میں کسی سے بات نہ کروں۔اس نے کہا: جاؤ اور اس بات کی پیروی کرو جس کا انہوں نے تمہیں حکم دیا ہے۔میں امام صادق علیہ السلام کے پاس آیا اور مؤمن الطاق کا قصہ بیان کیا اور جو کچھ میں نے کہا اس میں اضافہ کیا تو آپ نے فرمایا:

---

[25] -ʿAbd al-Wāḥid ibn Muḥammad al-Tamīmī al-Āmidī, Ghurar al-Ḥikam wa Durar al-Kalim (Qom: Islamic Book Foundation, 2008), 666.

جاؤ اور ان کی پیروی کرو جس کا انہوں نے تمہیں حکم دیا ہے۔امام صادق علیہ السلام مسکرائے اور فرمایا: ابو خالد! مومن الطاق لوگوں سے بات اور بحث کرتا ہے تو وہ جواب دے سکتا ہے اور دفاع کر سکتا ہے۔لیکن اگر وہ تم سے بحث کریں تم اس کا جواب نہیں دے سکتے"۔[26]

اس روایت سے ایک قاعدہ اور اصول حاصل کیا جا سکتا ہے۔مکالے اور بحث کے طریقہ کار صول اور قاعدہ کی اہلیت اور علم ہونا ضروری ہے ورنہ مکالمہ نتیجہ خیز نہیں ہو گا۔

2۔گفتگو کے آداب

مکالمہ اور گفتگو کے لیے کچھ آداب ہیں جس کی رعایت کئے بغیر مکالمہ کسی خاص نتیجہ حاصل نہیں کر سکتا درجہ ذیل کچھ مکالمہ کے آداب کو بیان کریں گے:

1۔جو کچھ بول رہا ے اس کو دیکھنا چاہے نہ بات کرنے والے کی طرف ۔

جو چیز مخاطب بیان کر رہا ہے اس کی طرف توجہ دینی چاہے نہ کہ بولنے والے کی طرف اور یہ چیز مکالمہ اور گفتگو کے قطعی اور عقلی آداب میں سے ایک ہے۔جیسا کہ قرآن میں بشارت دی گئی ہے۔

فَبَشِّرْ عِبَادِ الَّذِينَ يَسْتَمِعُونَ الْقَوْلَ فَيَتَّبِعُونَ أَحْسَنَهُ؛-[27]

جو باتوں کو سنتے ہیں اور جو بات اچھی ہوتی ہے اس کا اتباع کرتے ہیں یہی وہ لوگ ہیں جنہیں خدا نے ہدایت دی ہے اور یہی وہ لوگ ہیں جو صاحبانِ عقل ہیں۔

یہ موضوع بہت سی احادیث میں بیان ہوا ہے، جن میں یہ مشہور حدیث بھی شامل ہے جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "خُذِ الحِکمَۃَ ولا یَضُرُّکَ مِن اَیِّ وِعاءٍ خَرَجَت۔

حکمت سیکھو، جہاں سے بھی حاصل کی جائے وہ تمہیں نقصان نہیں پہنچا سکتی۔[28]

بنابر این مکالمہ میں مخاطب کو زیادہ اہمیت نہیں دی جاتی ہے بلکہ مخاطب کے بیان اہمیت دی جاتی ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بھی فرمایا:

"لَا تَنْظُرْ إِلَى مَنْ قَالَ وَ انْظُرْ إِلَى مَا قَالَ"

کہنے والے کی طرف مت دیکھو۔لیکن دیکھو اس نے کیا کہا۔[29]

آپ نے یہ بھی فرمایا:" خُذُوا الْحِكْمَةَ وَلَوْ مِنَ الْمُشْرِكِينَ۔

علم مومن سے ضائع ہو جاتا ہے، اسے حاصل کرو، خواہ وہ مشرکوں کے ہاتھ سے ہی کیوں نہ ہو"۔[30]

---

26 -Al-Ṭūsī, Ikhtiyār Maʿrifat al-Rijāl (Rijāl al-Kashshī), ed. Sayyid Mahdi Rajāʾī (Qom: Āl al-Bayt Foundation, 1984), vol. 2: 327.

27 -Al-Zumar 39:18.

28 -Abū Shujāʿ al-Daylamī al-Hamadhānī, Al-Firdaws bi Maʾthūr al-Khiṭāb (Beirut: Dār al-Kutub al-ʿIlmiyyah, 1986), vol. 2: 168.

29 ʿAlī ibn Mūsā Ibn Ṭāwūs, Faraj al-Mahmūm fī Tārīkh ʿUlamāʾ al-Nujūm (Qom: Dār al-Dhakhāʾir, 1949), 220

30 -Al-Āmidī, Ghurar al-Ḥikam wa Durar al-Kalim, ed. Mīr Sayyid Jalāl al-Dīn al-Muḥaddith al-Armawī (Tehran: University of Tehran, 1981), 60.

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا یہ قول بھی اس حقیقت کی طرف اشارہ ہے کہ جو چیز مکالمہ میں اہمیت کا حامل ہے وہ ذات مخاطب نہیں ہے بلکہ وہ مطالب ہے جو مخاطب کے توسط بیان ہو رہا ہے۔

3۔ علم کی پیروی کرنا

علم کی پیروری اور تبعیت، مکالمہ کا ایک اور طریقہ ہے جیسا کہ قرآن میں اللہ تعالی فرماتا ہے:

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُجَادِلُ فِي اللّٰهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَلَا هُدًى وَلَا كِتَابٍ مُنِيرٍ۔[31]

اور لوگوں میں ایسے بھی ہیں جو علم و ہدایت اور کتابِ منیر کے بغیر بھی خدا کے بارے میں بحث کرتے ہیں۔

" رسول اللہ نے فرمایا: " من جادل فی خصوه بغير علم لم يزل فی سخط اللهّٰ حتّٰی ينزع؛"۔

[32]جو شخص تنازع اور مجادلہ میں علم کے بغیر کسی اور چیز سے مدد لیتا ہے وہ مرتے دم تک خدا کے غضب میں رہے گا۔

میری امت کے بہترین لوگوں میں سے وہ لوگ ہیں جو دلیل اور برہان پر عمل کرتے ہیں۔[33]

"وَيَعْلَمَ الَّذِينَ يُجَادِلُونَ فِي آيَاتِنَا مَا لَهُمْ مِنْ مَحِيصٍ۔"[34]

اور ہماری آیتوں میں جھگڑا کرنے والوں کو معلوم ہو جانا چاہئے کہ ان کے لئے کوئی چھٹکارا نہیں ہے۔

ہر قسم کی گفتگو اور مکالمہ کے لیے علم کا ہونا ضروری ہے۔ ایسے افراد کو مکالمہ کے لیے انتخاب نہیں کرنا چاہے جو مکالمہ کے موضوع کے بارے میں علم نہیں رکھتا ہے۔

12۔ مکالمہ کے قرآنی اصول:

قرآن کریم کریم کی آیات میں مکالمہ کے کچھ راہنما اصول بیان ہوئے ہیں جن کو ذیل میں بیان کریں گے:

1۔ جدال احسن

مکالمے کی ایک اور قسم جدال احسن ہے۔ اگرچہ بہت سی روایات میں جدال سے منع کیا گیا ہے لیکن اگر جدال احسن ہو تو نہ صرف یہ کہ اس سے منع نہیں کیا گیا بلکہ گفتگو کے دوران بھی مستحب ہے۔ قرآن کریم ایک ایسے مجادلہ کی تایید و تشویق کرتا ہے جس میں یہ خصوصیات موجود ہوں:

1۔ مجادلہ اور بحث حق کو ثابت اور باطل کی نفی کرنے کے لیے ہو۔

2. اس کا ثمرہ اور نتیجہ انسانی نشوونما اور اسکی راہنمائی ہو۔

اگر ان خصوصیات کے حامل مکالمہ اور مجادلہ واقع ہو جائے تو قرآن کی نگاہ میں ایسا مکالمہ اور جدال احسن اور اچھا ہے اور ایسی بحث و مکالمہ کیا جانا چاہیے اور قرآن کریم نے اس کی ترغیب دی ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ قرآن پاک میں فرماتا ہے:

---

[31] -Al-Taḥrīm 66:8.

[32] -Abū al-Qāsim Pāyandeh, Nahj al-Faṣāḥah (Tehran: Javidan Publications, 1945), 340:2

[33] -Al-Muttaqī al-Hindī, Kanz al-ʿUmmāl, vol. 1, ed. Ṣafwat al-Saqqā (Beirut: Maktabat al-Turāth al-Islāmī, 1977), 443.

[34] -Al-Furqān 25:44.

"ادْعُ إِلَىٰ سَبِيلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ ۖ وَجَادِلْهُم بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ ۚ"[35]

آپ اپنے رب کے راستے کی طرف حکمت اور اچھی نصیحت کے ذریعہ دعوت دیں اور ان سے اس طریقہ سے بحث کریں جو بہترین طریقہ ہے کہ آپ کا پروردگار بہتر جانتا ہے کہ کون اس کے راستے سے بھٹک گیا ہے اور کون لوگ ہدایت پانے والے ہیں۔

دوسری آیت میں اللہ تعالی فرماتا ہے:"

"وَلَا تُجَادِلُوٓاْ أَهْلَ ٱلْكِتَٰبِ إِلَّا بِٱلَّتِى هِىَ أَحْسَنُ؛"[36]

اور اہلِ کتاب سے مناظرہ نہ کرو مگر اس انداز سے جو بہترین انداز ہے۔

2۔دوسرے فریق کا احترام

تعمیری مکالمے کا ایک اصل دوسرے فریق کے آداب ورسوم اور عقیدہ کا احترام ہے۔حضرت علی (ع) نے نہج البلاغہ میں اس اہم امر کا تذکرہ کیا اور فرمایا:

"مُقَارَبَةُ النَّاسِ فِيْ اَخْلَاقِهِمْ اَمْنٌ مِّنْ غَوَآئِلِهِمْ۔"[37]

لوگوں سے ان کے اخلاق واطوار میں ہم رنگ ہونا ان کے شر سے محفوظ ہو جاتا ہے۔

معاشرتی اور اخلاقی زندگی میں دوسرے فریق کا احترام بہت ضروری ہے، خاص کر بات کرتے وقت۔درحقیقت تعمیری مکالمے کا ایک اصول دوسرے فریق کے آداب ورسوم اور عقیدہ کا احترام ہے۔

3۔مکالمہ میں تنازع اور تشدد سے اجتناب کرنا

رسول اکرم ﷺ کی طرز زندگی کا نمونہ دوسروں کے ساتھ گفتگو میں جھگڑے اور تشدد کا نہ ہونا ہے۔اس خصوصیت کو مختلف طریقوں سے حاصل کیا جاتا ہے، جن کی چند مثالیں ذیل میں بیان کی جاتی ہیں:

1/5 : گفتگو کے دوران تشدد اور غصے پر قابو رکھنا اور آپے سے باہر نہ ہونا

تشدد سے بچنا اور غصے پر قابو رکھنا ان طریقوں میں سے ایک ہے جو تنازعات اور تناؤ کو روکنے کے لیے بہت اہم ہے۔اسی لیے مذہبی تعلیمات میں یہ سفارش کی گئی ہے اور کہا گیا ہے کہ: اپنی ناک نیچے رکھو اور جب تم غصے میں ہو اور طاقت کا مظاہرہ کرو تو اپنے آپ کو قابو میں رکھو اور اپنی زبان کی تندی سے روکو اور قیامت کو یاد کرو اور اپنے رب کی طرف کثرت سے رجوع کرو۔[38]

بنابراین گفتگو کے دوران گفتگو کرنے والے اپنے جذبات کو کنٹرول میں رکھنا چاہے۔

---

[35] -Al-Aḥzāb 16:125.

[37] -Muḥammad ibn al-Ḥusayn al-Sharīf al-Raḍī, Nahj al-Balāghah (Qom: Amir al-Muʾminīn Research Institute, 2012), Wisdoms 401, 590.

[38] --Ibn Shuʿbah al-Ḥasan ibn ʿAli, Tuḥaf al-ʿUqūl ʿan Āl al-Rasūl (PBUH), ed. ʿAli Akbar Ghafari (Qom: n.p., 1984), 292.

2/5: دوسرے مذاہب کے ماننے والوں کے ساتھ انسانی سلوک

مذہبی احکامات میں، اس بات سے قطع نظر کہ مخاطب کون ہیں اور ان کا مذہب کیا ہے؛ امام محمد باقر نے اس حوالے سے فرماتے ہیں:

"وَإِنْ جَالَسَكَ يَهُودِيٌّ فَأَحْسِنْ مُجَالَسَتَهُ"۔[39]

اگر کوئی یہودی تم سے گفتگو کرے تو اس کے ساتھ اچھا سلوک کرو۔

3/5 : مذہبی پیروکاروں کے خلاف غیر معمولی تقریر سے گریز کریں

اسلام میں توہین اور نامناسب الفاظ کی اجازت نہیں ہے، حتیٰ کہ دوسرے مذاہب کے ماننے والوں کے لیے بھی۔

وَلَا تَسُبُّوا الَّذِينَ يَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ فَيَسُبُّوا اللَّهَ عَدْوًا بِغَيْرِ عِلْمٍ۔[40]

اور خبردار تم لوگ انہیں برا بھلا نہ کہو جن کو یہ لوگ خدا کو چھوڑ کر پکارتے ہیں کہ اس طرح یہ دشمنی میں بغیر سمجھے بوجھے خدا کو برا بھلا کہیں گے۔

نتیجۃ البحث:

آیات ،روایات، سیرت پیغمبر کا جائزہ لینے سے ہم اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ اسلام بین المذاہب مکالمہ کا قائل ہے اور تہذیبوں و مذاہب میں تصادم قطعی طور پر قابل قبول نہیں ہے، بلکہ قرآن کی آیات اور سیرت طیبہ کی بنیاد پر پہلا مرحلہ مکالمہ ہے ۔اس کا مطلب ہے کہ مکالمہ سافٹ پاور اور تصادم ہارڈ پاور ہے۔ان تمام صورتوں میں مکالمے کے معاملے میں اس کے اصولوں کی رعایت نہایت ضروری ہے تاکہ مکالمہ نتیجہ خیز ہو اور انسانی معاشرے کے مسائل کو تصادم کے بغیر حل کیا جا سکے، مکالمے کی بنیاد جدال احسن پر ہونی چاہیے، گفتگو کے دوران تشدد اور غصے سے گریز کیا جائے، دوسرے مذاہب کے ماننے والوں کے ساتھ انسانی رویے کا خیال رکھا جائے، مذاہب کے پیروکاروں کے ساتھ نازیبا گفتگو سے گریز کیا جائے، باہمی احترام اور دوسرے فریق کے رسم و رواج کے احترام کو نظر انداز نہ کیا جائے۔ مشترکات اور اتفاقی مسائل پر زیادہ زور دیا جائے اور اختلافی مسائل کو نہ چھیڑا جائے تب مکالمہ نتیجہ دے گا۔

منابع

القرآن

1۔سید اولاد حیدر فوق بلگرامی، ذکر الطیار، (مطبوعہ، نظامی پریس وکٹوریہ لکھنؤ 1947):

2۔ابن ہشام، عبد الملک، السیرہ النبویہ، بہ کوشش محمد یحیی الدین عبد الحمید، قاہرہ، 1368ق / 1949م۔

3۔ طبرسی، فضل بن حسن، اعلام الوری بأعلام الھدی، ص ۳۶ – ۳۷، تھران، دار الکتب الاسلامیہ، چاپ سوم۔

4۔ طبری، محمد بن جریر، تاریخ الرسل والملوک تاریخ الرسل والملوک، اساطیر، تہران، 1362

5۔الشيخ أبي علي الفضل بن الحسن الطبرسي، إعلام الورى بأعلام الهدى مؤسسة آل البيت عليهم السلام لإحياء التراث. قم ج ۱ :۱۱۸۔

[39] -Abū Jaʿfar Muḥammad ibn Yaʿqūb ibn Isḥāq al-Kulaynī al-Rāzī, Al-Kāfī (Qom: Institute for Hadith Sciences and Culture, 2009), 670.

[40] -Al-Nisāʾ 4:108.

6۔ مولانا صفی الدین مبارکپوری، الرحیق المختوم، المکتبۃ السلفیہ، لاہور پاکستان، محرم الحرام 1421ھ / 20002م، ص137
7۔ السید جعفر مرتضی العاملي، الصحیح من سیرۃ النبي الأعظم صلّی اللہ علیہ وآلہ، (دار للطاعۃ، النشر1426ھ، 3:256
8۔ سیرت جاودانہ، ترجمہ، الصحیح من سیرۃ النبی الاعظم، جعفر مرتضی عاملی، مترجم محمد سپہری، (پژوشگاہ فرہنگ و اندیشہ اسلامی، 1384ش:337
9۔ ظفر بنگاش، دیپلماسی صلح عادلانہ در سیرۂ پیامبر اعظم ﷺ، ترجمہ، فواد ایزدی، (مجمع جھانی صلح اسلامی، 1392ش:144۔
10۔ پروفیسر ڈاکٹر محمد طاہر القادری، میثاق مدینہ کا آئینی تجزیہ، ترتیب و تدوین، طاہر حمید تنولی، (منہاج القرآن پرنٹرز، اشاعت سوم، 2001ء:13-14۔
11۔ مصطفی زمانی، اسلام وتمدن جدید، (تہران، انتشارات ناصر خسرو، 1348ش، ص21)
12۔ دکتر محمد منصور نژاد، رویکردی دینی بہ مسألہ وحدت و ہمگرایی، (مجمع جھانی تقریب اسلامی- معاونت فرہنگی، چاپ اول، 1387ش: ص9۔
13۔ عباس علی عمید زنجانی، فقہ سیاسی، حقوق معاہدات بین المللی ودیپلماسی در اسلام (سازمان پورروشن، 1393ش): 280۔
14۔ جمعی از اندیشمندا (دانشمندوں کا ایک گروہ)، جھان شمولی و جھانی سازی، (تہران، مجمع جھانی تقریب مذاہب اسلامی-معاونت فرہنگی، چاپ اول، 1388)،:44-45.
15۔ طوسی، اختیار معرفہ الرجال (رجال الکشّی)، تحقیق سید مھدی رجائی، (مؤسسۂ آل البیت، قم، الطبعۂ الاولی، 1404ہ.ق)، ج2،:327.
16۔ متقی ھندی، کنز العمّال، ج1، تصحیح، صفوۂ السقّا، (بیروت: مکتبۂ التراث الاسلامی، الطبعہ الاولی، 1397ہ.ق)،:443۔
17۔ محمد بن حسین شریف الرضی، نہج البلاغہ (قم: مؤسسۂ تحقیقاتی امیر المؤمنین، 1391ش)، حکمت 401: 590۔
18۔ ابن شعبۃ، الحسن بن علي، تحف العقول عن آل الرسول صلی اللہ علیہم، تحقیق: علي أکبر غفاري، (قم، د.ن، 1363ش:292۔
19۔ ابوجعفر محمد بن یعقوب بن اسحاق الکلیني الرازي؛ الکافي، قم (موسسہ دارالحدیث العلمیہ والثقافیہ، مرکز للطباعہ والنشر، ۱۴۳۰ق:670۔
20۔ سید ذیشان حیدر جوادی، تنظیم المکاتب گولہ گنج لکھنؤ انڈیا، 1418ھ:422۔
21۔ حسین عبد المحمدی واسد اللہ رحیمی، تاریخ در قرآن و تحلیل رخدادھایی اے عصر نبوی، (مؤسسۂ انتشارات حوزہ ہای علمیہ قم ایران، 1403ش:177۔